خدمت خلق کی اہمیت
تعلیماتِ نبویؐ کے حوالہ سے

محمد امجد تھانوی ☆

اس دُنیا میں آپ کو ایسے انسان بھی ملیں گے جن کے سامنے صرف اپنی ذات ہوتی ہے' وہ ہر کام میں اپنا مفاد دیکھتے ہیں' کسی دوسرے کے مفاد سے انہیں دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ ہرایک سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں' لیکن کسی کے کام آنا نہیں چاہتے۔ کسی کے دکھ درد اور مصیبت سے انہیں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی اور کسی کی خدمت کا جذبہ ان میں نہیں ابھرتا۔ اگر اُبھرتا بھی ہے تو اسے مختلف بہانوں سے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا مطمح نظر فقط اپنے لئے جینا اور اپنے مقاصد حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں میں خدمت کا جذبہ فقط اپنے خاندان یا قبیلہ تک محدود ہوتا ہے' لیکن اسلام انسان پر اس کے خاندان اور قبیلہ کے ساتھ ساتھ معاشرہ کی بھی ذمہ داری ڈالتا ہے' اس لئے کہ اسلام کے ماننے والے تمام افراد ایک امت ہیں اور ایک جسم کی مانند ہیں' جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا :

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ))(۱)

"باہمی محبت' ایک دوسرے کے لئے جذبۂ رحمت اور باہم میل جول میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے"۔

یعنی تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جس طرح جسم کے کسی ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس کو محسوس کرتا ہے' اسی طرح ہر مسلمان کو معاشرہ کے ہر مسلمان کے مسائل و مصائب کو حل کرنے سے دلچسپی ہونی چاہئے۔ اس عمل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرمایا :

☆ ریسرچ سکالر کلیہ معارفِ اسلامیہ' جامعہ کراچی

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ' وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ' وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ)) (۲)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا) "جو شخص دُنیا میں کسی مسلمان کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں میں سے اس کی تکلیف دور کرے گا۔ اور جو کوئی مشکلات میں گھرے کسی مسلمان کے لئے آسانی پیدا کرے گا اللہ دُنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا کرے گا' اور جب تک انسان اپنے مسلم بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ مدد کرنے والے کی مدد کرتا رہتا ہے۔"

خدمت خلق کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی خدمت کے مثل قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے کہے گا : اے ابنِ آدم! میں بیمار پڑا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی۔ انسان گھبرا کر عرض کرے گا : اے میرے رب! تو سارے جہاں کا پروردگار' تو کب بیمار تھا اور میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے' لیکن اس کے باوجود تو اس کی مزاج پرسی کے لئے نہیں گیا۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو مجھے وہاں پاتا۔ پھر خدائے تعالیٰ فرمائے گا : اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ انسان عرض کرے گا : اے ربّ العالمین! تو کب بھوکا تھا اور میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا' لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تو نے اس کا سوال پورا کیا ہوتا تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا : اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھ کو پانی نہیں پلایا۔ انسان عرض کرے گا : اے تمام جہانوں کے پروردگار! تو کب پیاسا تھا' اور میں تجھے پانی کیسے پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا' لیکن تو نے اس کی پیاس بجھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر تو نے اس کی پیاس بجھائی ہوتی تو آج اس کا ثواب یہاں پاتا۔"

اس سے اندازہ لگایئے کہ بندے کی خدمت خدا کی خدمت کی طرح ہے اور اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں' جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا :

((اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ' اَحَبُّهُمْ اِلَيْهِ اَنْفَعُهُمْ لِعَيَالِهٖ)) (۳)

"مخلوق ساری کی ساری اللہ کا کنبہ ہے' اس میں وہ شخص اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔"

قرآن مجید نے مسکینوں' محتاجوں' معذوروں' یتیموں اور وسائل سے محروم انسانوں کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا عام حکم دیا ہے۔ کہیں بھی اس نے یہ ہدایت نہیں کی کہ صرف مسلمانوں یا انسانوں کے کسی خاص گروہ اور جماعت کی خدمت کی جائے اور دوسروں کی نہ کی جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ خدمت پوری نوعِ انسانی کی ہو' اپنوں کی بھی اور غیروں کی بھی' ہم خیال اور ہم عقیدہ افراد کی بھی' اور ان لوگوں کی بھی جو ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس کے مستحق ہیں جو ہماری زبان بولتے ہیں اور وہ بھی جن کے اظہارِ خیال کا ذریعہ دوسری زبان ہے۔ نوعِ انسانی کا ہر فرد اس بات کا حق رکھتا ہے کہ آلام و مصائب میں اسے تنہا تڑپتے نہ چھوڑ دیا جائے' بلکہ اس کے درد و کرب کو محسوس کیا جائے اور امکان کی حد تک اسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس لئے کہ رنگ' نسل' قوم اور وطن کے فرق کے باوجود ؎

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند

اسلام کی یہ تعلیمات مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں' بلکہ پچھلی امتوں کو بھی یہی تعلیم دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے بہت سے پیغمبروں اور ان کی تعلیمات کے بکثرت حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کے اسرائیلی پیغمبروں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ان پیغمبروں نے بنی اسرائیل سے انسانوں کے حقوق پہچاننے' ان کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بھی عہد لیا تھا۔ اس عہد کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ

اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلاَّ قَلِیْلاً مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ○ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لاَ تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَ کُمْ وَلاَ تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْھَدُوْنَ○ ﴾

(البقرۃ : ۸۳٬۸۴)

"یاد کرو! جب ہم نے بنی اسرائیل سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو گے اور (اسی طرح) قرابت داروں٬ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (حسن سلوک کرو گے) اور عام لوگوں کے ساتھ اچھی طرح بات کرو گے٬ نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے٬ لیکن سوائے چند ایک کے تم سب اس سے پھر گئے۔ اور یہ بھی یاد کرو کہ ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور اپنے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال کر بے گھر نہ کرو گے٬ پھر تم نے اس کا اقرار بھی کیا تھا اور تم اس کی شہادت بھی دیتے ہو۔"

یہ آیات صراحت کرتی ہیں کہ بنی اسرائیل سے ایک تو اللہ واحد کی عبادت اور انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کا عہد لیا گیا تھا٬ دوسرا عہد یہ تھا کہ ان کا دامن ہمیشہ ظلم و زیادتی سے پاک رہے گا۔ حسن سلوک کا ظلم کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ انسانوں کی خدمت کا جذبہ بے رحمی اور شقاوت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ جو شخص دوسروں کا خون بہاتا پھرے وہ ان کے زخموں کے لئے مرہم نہیں فراہم کرے گا۔ اسی طرح خدمت کرنے والا ہاتھ جور و ستم کے لئے نہیں اٹھے گا۔ یہ مختلف کردار ہیں اور مختلف جذبات کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔ خدمت سے قوموں کی زندگی وابستہ ہے اور ظلم نے بڑی بڑی جابر اور سرکش قوموں کی کمر اس طرح توڑ کر رکھ دی کہ ان میں بہت سی قوموں کو پھر اٹھنا نصیب نہیں ہوا۔

ہر شخص پر حسب استطاعت خدمتِ خلق لازم ہے

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کی استطاعت کے مطابق مکلف بنایا ہے٬ جتنی

استطاعت ہو اتنی ہی خدمت کرے۔ خدمت کے تصور کے ساتھ عموماً بڑی بڑی خدمات ذہن میں آتی ہیں، جبکہ ان کو ادا کرنے کا یارا ہر شخص اپنے اندر نہیں پاتا اور چھوٹی موٹی خدمات جنہیں انسان آسانی سے انجام دے سکتا ہے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس طرح نہ بڑی خدمات انجام پاتی ہیں اور نہ چھوٹی۔ حدیث میں اس ذہن کی اصلاح کی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ نوعِ انسانی کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی جو خدمت بھی کی جاسکتی ہے کی جانی چاہئے، ہر خدمت صدقہ اور احسان ہے اور انسان اس پر اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی بعض حدیثیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ))

"جب ہر روز سورج طلوع ہوتا ہے تو آدمی کے جوڑ جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے"

لیکن صدقہ مال ہی کا نہیں ہوتا، بلکہ اسکی اور صورتیں بھی ہیں۔ اسکی وضاحت آپؐ نے اس طرح فرمائی:

((يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ، وَيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهِ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا اِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ، وَيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ)) (۴)

"کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان انصاف کردے یہ بھی صدقہ ہے، کسی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دے یہ بھی صدقہ ہے، سواری پر کسی کا سامان رکھ دے یا اُتار دے یہ بھی صدقہ ہے، زبان سے اچھی بات کرے یہ بھی صدقہ ہے، اسی طرح نماز کے لئے جو قدم اٹھائے وہ بھی صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کردے یہ بھی صدقہ ہے"۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((تَبَسُّمُكَ فِيْ وَجْهِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَاَمْرُكَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ،

وَاِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِی الْاَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ' وَاِمَاطَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيْقِ لَكَ صَدَقَةٌ ' وَاِفْرَاغُكَ مِ دَلْوِكَ فِیْ دَلْوِ اَخِيْكَ لَكَ صَدَقَةٌ)) (۵)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : "تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے' تمہارا معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا صدقہ ہے' تمہارا جنگل و بیابان میں' جہاں راستہ کا پتہ نہ چلے' کسی کو راستہ دکھانا صدقہ ہے' تمہارا راستہ سے پتھر' کانٹے اور ہڈی (جیسی تکلیف دہ چیزوں) ہٹا دینا صدقہ ہے' تمہارا اپنے ڈول سے پانی بھر کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے۔ (یہ سب صدقات ہیں' ان میں سے ہر ایک کا تمہیں ثواب ملے گا۔)"

ان حدیثوں میں انسانوں کی خدمت اور ان کی بھلائی کی بہت سی صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ خدمت کا جذبہ ہو تو بڑی آسانی سے ان پر عمل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ)) (۶)

"بھلائی کا ہر کام صدقہ ہے۔"

یہ ایک جامع حدیث ہے جو خدمت خلق کی سب ہی شکلوں پر حاوی ہے۔ بنی نوع انسان کی جس شکل میں بھی خدمت کی جائے وہ اس پر صدقہ و احسان ہے اور خدمت کرنے والا اس کے اجر و ثواب کا مستحق ہے' بس نیت ثواب کی ہونی چاہئے۔

صدقہ و خیرات کا کار خیر ہونا ہر شخص پر واضح ہے' اس کی اہمیت و افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ انسانوں کی خدمت اور ان کی بھلائی کے ہر کام کو صدقہ قرار دے کر اس کی عظمت دلوں میں بٹھا دی گئی ہے۔ مزید ہدایت یہ کی گئی ہے کہ بھلائی کے کسی چھوٹے سے عمل کو بھی حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے' اس لئے کہ خلق خدا کو جو فائدہ بھی پہنچایا جا سکتا ہے اس سے ہاتھ روک لینا صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقَ اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ)) (۷)
بھلائی کے کسی کام کو حقیر ہرگز نہ سمجھو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا ہی کیوں نہ ہو"۔

انسانوں کی خدمت جس پہلو سے اور جتنی کچھ بھی ہو سکتی ہے ضرور کی جانی چاہئے' یہ عذاب جہنم سے نجات کا بہت بڑا ذریعہ بھی ہے۔

((عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
((... تُعِيْنُ ضَائِعًا اَوْ تَصْنَعُ الاخْرَقَ)) قُلْتُ : فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ :
((تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ)) (۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "... اس شخص کی مدد کرو جس کے بچے غربت سے ضائع ہو رہے ہوں یا جو شخص اپنا کام نہ کر سکے۔ میں نے عرض کیا: اگر یہ بھی نہ کر سکوں؟ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو (اپنے ہی) شر سے بچاؤ' یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنے نفس پر کرو گے"۔

اس حدیث میں پہلے ایمان باللہ' جہاد فی سبیل اللہ اور غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا: ((تُعِيْنُ ضَائِعًا اَوْ تَصْنَعُ الاخْرَقَ)) اسی کی یہاں تھوڑی سی تشریح کی جائے گی۔ "تعین ضائعا" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص غربت میں مبتلا ہو اور جس کے بیوی بچوں کے گزر بسر کی صورت نہ ہو اس کی مدد کرو' اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔ اور اس مدد کی مقدار یا اس کی شکل متعین نہیں کی گئی ہے' اسے اس شخص کے حالات اور مدد کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ احتیاج جس نوعیت کی ہے اسی نوعیت کی مدد آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق کرنی چاہئے۔

ایک روایت میں "ضَائِعًا" کی جگہ "صَانِعًا" کا لفظ آیا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی ایسے شخص کی مدد کرو جس کے ہاتھ میں کوئی صنعت یا پیشہ ہے' اس کی مدد روپیہ پیسہ' فنی تعاون' اوزار اور مشینوں کی فراہمی اور پیداوار کے لئے بازار اور مارکیٹ پیدا کر کے کی جا سکتی ہے۔ اصحابِ حرفت کی مدد کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا ہے کہ ان

کی مشکلات کا بالعموم احساس نہیں ہوتا اور ان کی مدد کی طرف ذہن نہیں جاتا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا "او تصنع الاخرق" آخرق بے ہنر کو یا ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کوئی کام اچھی طرح نہ کرسکے۔

گویا پہلے ہنرمند کی مدد کا حکم ہوا' پھر بے ہنر کی طرف توجہ دلائی گئی۔ مطلب یہ کہ جو شخص بے ہنر ہے یا اپنا کام ٹھیک سے انجام نہیں دے پا رہا ہے اس کی مدد کی جائے۔ اگر معاشرہ میں اس کا احساس عام ہو اور اس طرح کے ادارے کام کرنے لگیں جہاں صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے' بے ہنروں کو ہنرمند بنایا جائے اور ان کے لئے روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں تو یہ خدمت خلق کی بہت اچھی شکل ہو سکتی ہے اور اس سے کمزور طبقات کے معاشی مسائل بڑی حد تک حل ہو سکتے ہیں' بالخصوص کراچی کے جیسے حالات ہیں اس میں اگر کچھ مخیر حضرات بے روزگاروں کی مدد پر آمادہ ہو جائیں تو تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

نوجوانوں اور ضرورت مندوں کی رہنمائی بھی خدمت ہے

انسان قدم قدم پر اچھے مشورے کا محتاج ہوتا ہے۔ تعلیم' صنعت و حرفت' تجارت' زراعت' سفر' مرض' صحت' غرضیکہ زندگی کے بہت سے معاملات میں اسے مشورے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ موجودہ دور کے قوانین اور ضابطوں نے ہر معاملے میں اتنی پیچیدگیاں پیدا کردی ہیں کہ آدمی اسکے تمام پہلوؤں سے کماحقہ' واقف نہیں ہو پاتا۔ بعض اوقات صحیح مشورہ نہ ملنے کی وجہ سے بڑی زحمتیں اور نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف مسائل میں مشورہ دینے کیلئے آج بڑے بڑے ادارے قائم ہیں۔ حدیث میں کسی کو بروقت صحیح اور ٹھیک مشورہ دینے کی فضیلت آئی ہے' ایک حدیث میں ہے :

((مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ)) (۹)

"جس نے کسی خیر کی طرف راہنمائی کی تو اسے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔"

اسی طرح جانتے بوجھتے اور دیدہ و دانستہ غلط مشورہ دینے کو خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

((مَنْ اُفْتِی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ)) (۱۰)

"جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا (اور اس نے اس پر عمل کیا) تو گناہ اس شخص پر ہو گا جس نے فتویٰ دیا اور جس نے اپنے بھائی کو یہ جانتے ہوئے کسی بات کا مشورہ دیا کہ اس کا فائدہ اور بھلائی دوسری بات میں ہے تو اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔"

موجودہ تہذیب و تمدن نے جو مسائل پیدا کر دیئے ہیں وہ بڑے پیچیدہ ہیں' لیکن ہمارے یہاں ایسے ادارے نہیں ہیں جو ان کے سلسلے میں صحیح رہنمائی کریں اور جدید اسباب و وسائل سے فائدہ اٹھانے کی تدبیریں بتائیں اور اس سلسلے میں اسلامی نقطۂ نظر واضح کریں۔ نہ ہی ہماری مذہبی و سیاسی جماعتوں نے اس طرف توجہ دی ہے' حالانکہ اس میں سوائے وقت کے اور کچھ صرف نہیں ہوتا۔

تعلیمی اداروں کا قیام اور ان کی سرپرستی و معاونت بھی خدمت ہے

قوموں کی ذہنی اور فکری تعمیر میں تعلیم بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لہٰذا قوم کے نونہالوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے ہر سطح پر تعلیمی اداروں کا قیام اور سرپرستی و معاونت بھی ایک قومی خدمت ہے جو اصحاب خیر کی توجہ کی طالب ہے۔

کسی قوم میں جو رفاہی خدمات انجام دی جاتی ہیں ان میں تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام نے اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور اس کے فروغ کی پوری کوشش کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے علم کی توسیع و اشاعت کو ایک دینی فریضہ قرار دیا اور ہدایت فرمائی کہ جو شخص دین کا جتنا کچھ بھی علم حاصل کرے اسے دوسروں تک پہنچائے۔ موجودہ دور میں علم کے فروغ کا بڑا ذریعہ تعلیمی ادارے اور درس گاہیں ہیں۔ یہیں سے وہ افراد تیار ہوتے ہیں جو علم و فن' تہذیب و تمدن اور معیشت و سیاست کے مختلف شعبوں کو چلاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اس طرح کے ادارے الگ سے تو نہیں تھے البتہ مساجد سے علم کی روشنی چاروں طرف پھیلتی تھی۔ وہاں تعلیمی مجلسیں ہوتی تھیں' علمی

حلقے قائم تھے اور درس و تدریس کا فرض انجام پاتا تھا۔ بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے تعلیمی ادارے قائم کئے جہاں خالص دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کی روشنی میں وقت کے افکار و نظریات کی بھی تدریس ہوتی تھی۔ ان اداروں نے امت کے بہت سے مفکرین اور مجتہدین پیدا کئے۔ انہی مفکرین و علماء کی بدولت اسلام ہم تک اصلی حالت میں پہنچا ہے۔ لیکن علمی خدمات کے ساتھ جسمانی خدمات کی بھی ضرورت ہے۔

شفاخانوں کا قیام بھی خدمت ہے

جسمانی خدمت کے حوالہ سے واضح ہو کہ اسلام سے پہلے عرب میں لوگ اپنا علاج خود کرتے یا کراتے تھے۔ یہ ایک لحاظ سے ہر شخص کا ذاتی یا زیادہ سے زیادہ اس کا خاندانی مسئلہ تھا جسے وہ اپنی طاقت اور وسائل کے لحاظ سے حل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ عوامی شفاخانوں یا ہسپتالوں کا وجود نہیں تھا۔ اسلام کے آنے کے بعد بھی عرصہ تک یہی صورت حال رہی' لیکن اسلام نے خدمت کا جو جذبہ پیدا کیا اس کے نتیجہ میں یوں کہنا چاہئے کہ اس طرح کے شفاخانوں کی بھی بنیاد پڑ گئی۔ شفاخانے اور ہسپتال قومی خدمت کی ضرورت کو چونکہ مستقل طور پر پورا کرتے ہیں اس لئے اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کا ان کی تعمیر و ترقی میں بڑا حصہ رہا ہے' اور یہ خدمت ایسی ہے جس میں مَردوں کے علاوہ خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔

خدمت خلق کی بہترین شکل وقف ہے

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہم مال کو اللہ کی امانت سمجھ کر خرچ کریں۔ رفاہی کاموں کے لئے زمین جائیداد اور اپنی قیمتی چیزوں کے وقف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ ان کاموں کو جاری رکھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ بھی ہے اور وقف کرنے والے کے لئے صدقہ جاریہ بھی۔ صدقہ جاریہ سے متعلق بعض روایات اس سے پہلے گزر چکی ہیں' یہاں ایک اور حدیث پیش کی جا رہی ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلاَّ مِنْ ثَلاَثَةٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ

عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ)) (۱۱)

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' البتہ تین صورتیں ایسی ہیں جن میں اس کے اعمال باقی رہتے ہیں اور اسے ثواب ملتا رہتا ہے۔ وہ یہ ہیں : صدقہ جاریہ' اس کا وہ علم جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔"

ماحصل

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص پر خدمت خلق حسب استطاعت لازم ہے۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا تجزیہ کرنا چاہئے۔

مراجع و مصادر

۱۔ صحیح البخاری' کتاب الادب' باب رحمۃ الناس والبھائم۔ صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ' باب تراحم المومنین وتعاطفھم

۲۔ صحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء' باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر' وابوداؤد' کتاب الادب' باب فی معونۃ المسلم

۳۔ البیھقی' شعب الایمان' بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح' کتاب الادب' باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

۴۔ متفق علیہ' بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح' کتاب الزکوٰۃ' باب فضل الصدقۃ

۵۔ جامع الترمذی' کتاب البر والصلۃ' باب ماجاء فی صنائع المعروف

۶۔ صحیح البخاری' کتاب الادب' باب کل معروف صدقۃ' و صحیح مسلم' کتاب الزکوٰۃ' باب ان اسم الصدقۃ یقع علی کل معروف

۷۔ صحیح مسلم' کتاب البر والصلۃ' باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء

۸۔ متفق علیہ' بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح' کتاب العتق

۹۔ صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب فضل اعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ . . . .

۱۰۔ سنن ابی داؤد' کتاب العلم' باب التوقی فی الفتیا

۱۱۔ صحیح مسلم' کتاب الوصیۃ' باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ